بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

امام نعت گویاں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی علیہ الرحمہ کا شاعرانہ کمال، بنام:

امام احمد رضا اور شعر وسخن

تالیف:
توفیق احسنؔ برکاتی
[استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ]

ناشر:
برکاتی ریسرچ سینٹر، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

امام احمد رضا اور شعر وسخن

©جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ

نام کتاب	:	امام احمد رضا اور شعر وسخن
تالیف	:	توفیق احسنؔ برکاتی
کمپوزنگ	:	توفیق احسنؔ برکاتی
اشاعت	:	۱۴۴۱ھ/۲۰۲۰ء
صفحات	:	۴۰ (چالیس)
ناشر	:	برکاتی ریسرچ سینٹر، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی
قیمت	:	۵۰/روپے

© All rights reserved to Taufiq Ahsan Barkati

Book Name	:	Imam Ahmad Raza & Sher O Sukhan
Compiled by	:	Taufiq Ahsan Barkati
Pages	:	40
Publishing year:		2020
Published by	:	Barkati Research Senter Mubark Pur
Price	:	Rs:50

Contact:
Taufiq Ahsan Barkati
Darul Tajveed Room N.15 jamia Ashrafia
Mubarak Pur Azam Garh U.P. 276404
E-Mail:taufiqahsan92@gmail.com

Mob:09819433765

محبّ گرامی ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی [مالیگاؤں]
کے نام

مشمولات

● - مٹھی بھر حروف	۵
● - ابتدائیہ	۷
● - قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی	۹
● - امام احمد رضا کے شعری امتیازات	۱۰
● - زبان دانی	۱۰
● - احتیاط پسندی	۱۴
● - عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۱۶
● - وسعتِ مطالعہ	۲۱
● - علوم و فنون کی کہکشاں	۲۳
● - محاوروں کا استعمال	۲۵
● - منظوم فتویٰ نویسی	۲۷
● - صنعتوں کا استعمال	۲۸
● - مختلف شعری اصناف میں نعت گوئی	۳۱
● - اچھوتی ردیفیں	۳۴
● - حقیقت آمیز تخیل	۳۶
● - مصادر و مراجع	۳۸

●●

مٹھی بھر حروف

کچھ بندگانِ خدا، خدادادکمال رکھتے ہیں، ان کی زندگی کا ہر واقعہ، ان کی ہر خوبی، بلکہ ان کا ہر وصف حیران کن ہوتا ہے۔ وہ سونے کو چھو دیں تو پارس بن جائے، وہ ذرے کو آفتاب بنا ڈالیں، ان کے علم میں پختگی، ان کی فکر میں گہرائی، ان کی سوچ میں شفافیت، ان کی ہر ادا اچھوتی، ان کی زبان، ان کا قلم، ان کی رفتار، ان کی گفتار کی شان ہی نرالی۔

ان کے ذاتی آسمان میں علوم وفنون کی کہکشاں روشن، ان کے دل کی کائنات بے شمار روحانی قمقموں سے آراستہ، ان کا فکری جہان جواہر غالیہ سے بھرا ہوا، ان کا قدِ رعنا ہمالیہ سے اونچا، ان کی پیہم کوششیں کامیابی کی شاہ راہ، ان کی جہادِ زندگانی خوشنودیِ رب کی متلاشی، ان کا رنگ وروپ روحانیت کا پیکرِ مجسم، ان کی محفل علم وہنر کی بساط، ان کا چہرہ نور نور، ان کا انگ، انگ شاداں، ان کی دماغی شریانوں میں ایمان ویقین کا لہو، ہاں! وہ سراپا کمال۔

فقیہ اسلام، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی علیہ الرحمہ کا وجود مذکورہ حقائق کا عکس جمیل تھا۔ وہ بریلی میں پیدا ہوئے تو بریلوی کہلائے، خانقاہ برکاتیہ میں مرید ہوئے تو برکاتی نسبت ملی، چودھویں صدی ہجری میں تجدیدِ دین کا تاجِ زریں ان کے سر سجا تو مجدد ہوئے، فقہ وافتا زندگی بھر ان کا محبوب مشغلہ رہا تو فقیہ اسلام ومفتی دین مانے گئے، نعتیہ شاعری میں طبع آزمائی کی تو امامِ نعت گویاں ہوئے اور ملکِ سخن کی شاہی کے سزاوار ہوئے۔ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اداؤں میں بسا ہوا تھا، ایمان ویقین کی حلاوت انھیں دارین کی سعادتوں سے مالا مال کر رہی تھی۔ ان کی ذات شریعت وطریقت کا مجمع البحرین تھی۔

ان کی نعتیہ شاعری میں شریعت وشعریت کا حسنِ امتزاج دیکھتے بنتا ہے۔ انوکھی لفظیات، دل کش تراکیب، البیلی ردیفیں، خوشنما قوافی، معنی خیز الفاظ کا ماہرانہ انتخاب، اجتہادی تخیل، فکری جمالیات، حقیقت افروز خیال بندی، فروتنی وانکسار کا اظہار، لسانی کمال، شعری جودت، سب کچھ عروج پر ہے اور ہر جگہ سخن وری ارتقا پذیر نظر آتی ہے۔

امام احمد رضا کی عربی شاعری جب عالم عرب کے اُدَبا ودانش وروں کی بزم میں پہنچی تو انھیں آپ کے عرب نژاد ہونے کا گمان ہوا، فارسی شاعری نے ایرانیوں کو حیران کیا اور اردو شاعری نے اردو زبان وادب کے ناقدین ومحققین سے خراج تحسین وصول کیا۔ زبان وبیان اور اسلوب وآہنگ کی جو دل کشی امام احمد رضا کے یہاں ملتی ہے وہ کم شاعروں اور ادیبوں کے حصے میں آئی اور معانی ومفاہیم کا جو اچھوتا پن ان کے یہاں ہے وہ خاص انھی کا حصہ ہے۔

زیر نظر مقالہ ایک سال قبل مجلّہ ''یادگار ایوبی'' کشی نگر کے خاص نمبر ''انوار امام احمد رضا'' کے لیے لکھا گیا تھا۔ یہ نمبر مجموعی طور پر ۱۱۶۶ر صفحات پر مشتمل دو جلدوں میں شائع ہو چکا ہے، جس میں کل چھ ابواب ہیں، جو اپنے مضامین کی ندرت وجامعیت کے لحاظ سے باب رضویات میں ایک اہم تاریخی اضافہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ ''امام احمد رضا اور شعر وسخن'' کتابی شکل میں اربابِ ذوق کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ پسند آئے گا۔

توفیق احسن برکاتی

[۱۴ر رجب ۱۴۴۱ھ/ ۱۰ر مارچ ۲۰۲۰ء، سہ شنبہ]

●●

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً

امام نعت گویاں امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ ۱۰ر شوال المکرم ۱۲۷۲ھ / ۱۴ر جون ۱۸۵۶ء کو بریلی میں پیدا ہوئے اور ۲۵ر صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء کو وصال فرمایا۔ امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی زندگی کے ماہ وسال مسلسل علمی وقلمی جہاد میں گزرے اور وہ تاحیات نئے آفاق پر کمندیں ڈالتے رہے۔ اپنی پینسٹھ سالہ زندگی میں انھوں نے ہمہ وقت دین حق کا آوازہ بلند کیا، مذہب اہل سنت کی ترویج وتنفیذ کی اور سنت نبوی [صلی اللہ علیہ وسلم] کا احیا کیا۔ فتویٰ نویسی، تصنیفِ کتب ورسائل اور تعمیر شخصیت ان کا خاص مشغلہ رہا ہے۔ کتاب وقلم ان کی زندگی کا لازمہ تھا اور دین وسنت کا فروغ ان کا مقصد۔ جو زندگی کے اخیر وقت تک ان کے ساتھ تھا۔

نہ مرا نوش ز تحسیں نہ مرا نیش ز طعن
نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نگنجد در وے
جز من و چند کتابے و دواتے و قلمے

[ترجمہ: نہ مجھے تحسین کی لذت سے سروکار، نہ طعن وتشنیع کے ڈنک کی پروا، نہ مجھے کسی مدح کا شعور۔ میں ہوں اور ایک گوشۂ تنہائی ہے جس میں سوائے میرے اور چند کتاب، دوات اور قلم کے کسی اور کی کوئی گنجائش نہیں۔]

اس فارسی قطعہ کے اندر امام احمد رضا قادری نے اپنی مکمل سوانح عمری بیان فرمادی ہے۔ یہ دو اشعار ان کا زندگی نامہ بن سکتے ہیں۔ ایک اور چیز ہے جسے انھوں نے تاحیات اپنی شناخت بنا کر رکھا اور وہ ہے سچا عشق رسول [صلی اللہ علیہ وسلم]، جو دنیوی مال ومنفعت سے ہمیشہ دور ونفور

رہا۔ انھوں نے اپنے محبوب حقیقی کے اوصاف وکمالات کے انکشاف اور اپنے درد وغم کے اظہار کے لیے نعتیہ شاعری کا سہارا لیا اور یہ میدان بھی ان کی قلمرو میں سجتا چلا گیا۔

امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کی ذات جس طرح دنیاے فقہ وتحقیق میں مشتہر ہے بزم شعر وسخن اور محفل علم وادب میں نام رضا محتاج تعارف نہیں۔ جس طرح دین کے فروغ و استحکام اور عقائد واعمال کی درستی واصلاح میں آپ کی خدمات جلیلہ قابل قدر ہیں، اسی طرح شعر وادب کے ارتقا اور جدید اسلوب نگارش میں بھی آپ کی کاوشیں تاریخی ہیں۔

اردو شاعری کے آغاز، تشکیلی دور اور دورِ عروج پر ممتاز فکشن نگار و شاعر سید محمد اشرف مارہروی کے یہ جملے ملاحظہ کریں:

> ”اردو شاعری کا آغاز حضرت امیر خسرو سے ہوتا ہے اور حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز [۸۲۶ھ]، محمد قلی قطب شاہ [۹۸۸ھ] سے ہوتا ہوا میر وسودا، غالب وداغ اور امیر واقبال تک پہنچتا ہے۔ جہاں اس کا قد خاصا نمایاں، واضح اور بلند ہوجاتا ہے اور جب اس کینوس کو نعت پاک کی مقدس فضا میں لے جاتے ہیں تو اس پر خواجہ میر درد، امیر مینائی، محسن کاکوروی، کافی مرادآبادی کے جلو میں حضرت رضا بریلوی کا نعتیہ رنگ بھی بڑا ممتاز نظر آتا ہے۔ رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری، اردو نعتیہ شاعری کا سرنامہ کہی جاسکتی ہے۔“(۱)

امام احمد رضا قادری نے بے شمار میدانوں میں اپنی خداداد لیاقت وصلاحیت کا مظاہرہ کیا اور الحمدللہ ان سب میں فضل ربی سے کامیاب وکامران رہے۔ میدانِ شعر وسخن میں اس عاشق رسول [صلی اللہ علیہ وسلم] نے جب طبع آزمائی کی تو دوسروں کے لیے سراپا مثال بن گئے، شعر گوئی کے لوازمات ومطالبات کو اتنی مہارت وخوب صورتی کے ساتھ پورا کیا کہ ہوش وخرد کی قوتِ پرواز بھی جبین نیاز خم کرنے پر مجبور ہوگئی، صرف یہی نہیں بلکہ ان اشعار کے اندر استعمال کی گئی تشبیہات وتمثیلات اور استعارات وکنایات کو سند کا درجہ حاصل ہوگیا پھر تمام اربابِ شعر وادب نے بالاتفاق آپ کی شہنشاہیت کو مان لیا، داغ دہلوی نے برجستہ اعتراف کیا ہے:

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم
جس سمت آگئے ہو سکّے بٹھا دیے ہیں

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی:

امام احمد رضا قادری نے شعر وشاعری میں کسی کی شاگردی اختیار نہیں کی، کسی کو اس میدان میں اپنا استاذ نہیں بنایا، بلکہ خداداد علمی لیاقتوں کی دل آویز رنگت ورعنائی اور عشق ومحبت کی تابانی و زیبائی نے آپ کو صرف ایک شاعر ہی نہیں بلکہ فکر وفن کا امام اور استاد الشعراء بنا دیا جس کی شہادت آپ کے ہم عصر اور بعد کے اربابِ فکر وفن دیتے آئے ہیں۔

خانوادہ برکاتیہ [مارہرہ مطہرہ] کے ممتاز شاعر وادیب حضرت سید آل رسول حسنین میاں نظمی مارہروی فرماتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت کی سیرت کا مطالعہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے شاعری میں کسی استاذِ سخن کے آگے زانوئے تلمذ نہیں تہہ کیا، وہ اپنے ہی شاگرد تھے اور اپنے ہی استاذ۔“ (۲)

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد نقش بندی بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

”مولانا بریلوی باکمال شاعر تھے، وہ تلمیذِ رحمان تھے، شاعری میں ان کا کوئی استاد نہ تھا۔“ (۳)

امام احمد رضا قادری اپنی شاعری کے بارے میں سخن سرا ہیں:

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بیجا سے ہے اَلْمِنَّۃُ لِلّٰہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ

اور اگر سخن سرائی میں کسی رہبر کی حاجت درپیش ہو تو امام احمد رضا یوں کہتے ہیں:

رہبر کی رہِ نعت میں گر حاجت ہو
نقش قدم حضرت حساں بس ہے

امام احمد رضا کے شعری امتیازات:

امام احمد رضا قادری کا شعری سرمایہ مختلف ادبی، شعری، اسلوبی، معنوی، محاوراتی اور ہیئتی امتیازات رکھتا ہے جس پر محققین ادب اور ناقدین سخن نے کافی شرح وبسط کے ساتھ گفتگو کی ہے، بلکہ اس موضوع پر مستقل تحقیقی کتب ومقالات تحریر کیے ہیں۔ ویسے تو امام احمد رضا کی شاعری کا مکمل تجزیہ مجھ جیسے ادب کے ادنیٰ طالب علم سے ممکن بھی نہیں، پھر بھی راقم الحروف کی نگاہ میں ان امتیازات کی درجہ بندی یوں کی جا سکتی ہے:

(۱) زبان دانی (۲) احتیاط پسندی (۳) عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم (۴) وسعت مطالعہ (۵) علوم وفنون کی کہکشاں (۶) محاوروں کا استعمال (۷) منظوم فتویٰ نویسی (۸) صنعتوں کا استعمال (۹) شعری اصناف میں نعت گوئی (۱۰) اچھوتی ردیفیں (۱۱) حقیقت آمیز تخیل۔ وغیرہ

زبان دانی:

امام احمد رضا قادری ایک کثیر المطالعہ متبحر عالم دین، ماہر فقیہ اور حاذق محقق ہونے کے ساتھ ساتھ باطل افکار وفاسد اوہام کے سنجیدہ ناقد اور علمی، فکری، تحقیقی، سائنسی، ارضیاتی اور ادبی وفنی نگارشات کے تجزیہ نگار بھی تھے، اس ایک ذات میں علوم عقلیہ ونقلیہ کا ایک جہان آباد تھا۔ ایسے میں زبان وادب کی رمز شناسی میں کیوں کر شک کیا جا سکتا ہے؟ سچ تو یہ ہے کہ ان کی حیات کا لمحہ لمحہ علم وادب کی جوہر کشائی میں ہی صرف ہوا۔ مطالعہ اور تحریر، یہی دو چیزیں تو علم وادب، زبان وبیان کی زلف برہم کی مشاطگی میں اہم رول ادا کرتی ہیں اور امام احمد رضا کی زندگی میں یہ جواہر پوری طرح بے نقاب رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں زبان دانی کا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ عربی، فارسی اور اردو، تین زبانوں کا ادب عالی ان کے زیر مطالعہ رہا ہے۔ عربی میں جہاں کلام الٰہی [قرآن مجید] اور کلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم [احادیث نبویہ] کی معجز بیانی، اسلوبی شان، ظاہری ومعنوی جمالیات اور زبان وبیان کی نکہت نے انھیں مسحور کیا، وہیں ائمہ، مجتہدین، شعرائے اسلام، مورخین اسلام، محدثین، شارحین، فقہا ومحققین اسلام، اور سیرت نگاروں کی عربی نگارشات کے گہرے مطالعہ نے انھیں

زبان و بیان کا کمال بخشا۔ فارسی اور اردو کی شعری ونثری ادبیات کی قراءت نے انھیں شعری ونثری اسلوب عطا کیا۔ ان کا پورا وقت قرطاس وقلم کی نذر ہوتا تھا، وہ ہمہ وقت کتابوں کے درمیان رہتے تھے۔ اس لیے ان کی زبان دانی مسلم الثبوت مانی گئی اور کہنے والے کہتے ہیں کہ انھوں نے ان تینوں زبانوں میں جو بھی نثری وشعری سرمایہ چھوڑا ہے اس کی روشنی میں امام احمد رضا زبان وبیان کے بھی امام نظر آتے ہیں۔

امام احمد رضا کی نثری تحریروں کی مثال میں صرف ”فتاویٰ رضویہ“ اور شعری کی مثال میں ”حدائق بخشش“ کو پیش نظر رکھ کر تجزیہ کیا جائے تو یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ انھیں زبان وبیان کی باریکیوں سے کما حقہ آگاہی تھی۔ عربی زبان میں تصنیف شدہ فتاویٰ اور شعری کلام دیکھیں تو کسی عرب عالم وشاعر کا گمان گزرے، فارسی نگارشات ملاحظہ کریں تو ماہر فارسی داں نظر آئیں اور اردو تحریریں اور شعری سرمایہ سامنے آئے تو ادب عالی کا یقین ہو جائے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ عربی، فارسی، اردو، ہندی چار زبانوں میں نعت نگاری کا حسین سنگم آپ کی مشہور زمانہ نعت ”**لم یات نظیرک فی نظر**، مثل تو نہ شد پیدا جانا“ میں پہلی بار دیکھنے کو ملا، جس نے آپ کی قادر الکلامی، زبان واسلوب کی مہارت، شعر کی جاذبیت ورعنائی اور حسن تعبیر کی مثال قائم کر دی اور اس کے وجد آفریں نغموں سے پورا میدان سخن گونج اٹھا۔ امام احمد رضا نے عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں شاعری بھی کی اور عمدہ ادبی نثر بھی لکھی۔

ان کی فصاحت وبلاغت اور عربی دانی کی اہل عرب نے بھی تحسین وتعریف کی ہے۔ چناں چہ شیخ احمد ابوالخیر میر داد مکی لکھتے ہیں:

”**الحمد للہ علیٰ وجود مثل ھٰذا لشیخ فانی لم ار مثلہ فی العلم والفصاحۃ.**“ [ترجمہ] ”امام احمد رضا جیسے شیخ کے وجود پر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں، بیشک میں نے علم اور فصاحت میں ان جیسا نہیں دیکھا۔“ (۴)

جامعہ ازہر میں شعبۂ اسلامیات کے استاد پروفیسر رزق مرسی ابو العباس آپ کی عربی شاعری کے بارے میں رقم طراز ہیں:

”امام احمد رضا خان عربی نہیں تھے لیکن جب آپ ان کی عربی شاعری پڑھیں گے تو آپ کو

خوش گوار حیرت ہوگی کہ ان کے عجمی ہونے کے باوجود ان کی شاعری میں عجمیت کا شائبہ نہیں پایا جاتا، اگر قاری کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ عجمی تھے تو انھیں عربی شاعر گمان کرے گا۔“ (۵)

ڈاکٹر حامد علی خاں [لیکچرار شعبۂ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ] رقم طراز ہیں:

”امام احمد رضا نے نہ صرف عربی، فارسی اور اردو تین زبانوں میں شاعری کی بلکہ بعض نظمیں التزام کے ساتھ ہندی بھاشا کی آمیزش سے لکھیں۔ آپ کا تخلص رضاؔ تھا۔ آپ کا نعتیہ دیوان ”حدائق بخشش“ کے نام سے تین حصوں میں شائع ہو چکا ہے اور تین چار ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ حصہ سوم کے فاضل مرتب نے صراحت کی ہے کہ آپ کا عربی دیوان گم ہو گیا ہے۔ مولانا ظفر الدین احمد صاحب مرحوم نے اپنی تالیف ”**المجمل المعدد لتالیفات المجدد**“ میں صراحت کی ہے کہ آپ کے دیوان میں پندرہ سولہ عربی وفارسی کے قصائد ہیں۔ یقین ہے کہ آپ کے وصال تک عربی وفارسی کلام کا معتد بہ اضافہ ہوا ہوگا کیوں کہ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ علامہ رضا عشق رسول میں مستغرق وسرشار تھے لہٰذا یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ نے فخر موجودات سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت اور خداوند عالم کی حمد وثنا میں ارادتِ قلبی کو نظم کا جامہ نہ پہنایا ہو۔ مجھے اب تک اپنی تلاش میں مجموعی طور پر تین سو نوے اشعار حسب ذیل کتب میں دستیاب ہو سکے ہیں۔ کاش امام احمد رضا کا تمام عربی کلام پیش نظر ہوتا مگر افسوس کہ محفوظ نہ رہا۔“ (۶)

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی ازہری نے ”**الشیخ احمد رضا خان البریلوی الھندی : شاعراً عربیاً**“ کے عنوان سے تحقیق کی ہے اور اس موضوع پر گراں قدر مقالہ قلم بند کیا ہے جو پاکستان سے طبع ہو چکا ہے۔

مثال میں سیف اللہ المسلول علامہ شاہ فضل رسول قادری بدایونی قدس سرہ [متوفی : ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء] کی شان میں امام احمد رضا قادری کے تحریر کردہ ”**قصیدتان رائعتان**“ کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ یہ دونوں قصائد امام احمد رضا نے ۱۳۰۰ھ میں منعقدہ سیف اللہ المسلول کے عرس مقدس میں پیش کیے تھے، ان میں پہلا قصیدہ نونیہ ہے اور دوسرا دالیہ۔ قصیدہ نونیہ کا تاریخی نام ”مدائح فضل الرسول“ اور دالیہ کا نام ”حمائد فضل الرسول“ ہے جن سے ان کا سنہ نظم ۱۳۰۰ھ برآمد ہوتا ہے۔ پہلا قصیدہ ۲۴۳/اشعار پر مشتمل ہے اور دوسرے میں ۷۰/اشعار ہیں، دونوں کی

مجموعی تعداد ۳۱۳/ ہوتی ہے، جو اصحاب بدر کی تعداد کی مناسبت سے ہے۔ امام احمد رضا کے عربی دیوان ''بساتین الغفران'' [مرتبہ: ڈاکٹر حازم محفوظ، مصری] میں یہ قصائد شامل ہیں، الگ سے بھی ان کی اشاعت ہوئی ہے۔ اکتوبر ۲۰۱۳ء میں مولانا عاصم اقبال مجیدی بدایونی کے ترجمہ وتشریح کے ساتھ تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں سے ۲۵۶ صفحات میں طبع ہوا ہے۔ قصیدہ نونیہ سے چند اشعار ملاحظہ کریں:

رنّ الحمام علیٰ شجون البان
یا ماامیلح ذکری بیض البان
تبکی دما و تقول فی اسجاعھا
اللّٰہ یضحک سن من ابکانی

مولانا عبدالقادر بدایونی قدس سرہ کی منقبت میں ''چراغ انس'' [۱۳۱۵ھ] کے نام سے فارسی میں امام احمد رضا نے ایک مدحیہ قصیدہ تحریر فرمایا جو ۷۶/ اشعار پر مشتمل ہے اور ''حدائق بخشش'' میں شامل ہے۔ شاہ ابوالحسین نوری علیہ الرحمہ کی شان میں ''مشرقستان قدس'' نامی قصیدہ لکھا۔ ایک طویل نظم ''الاستمداد علیٰ اجیال الارتداد'' لکھی۔ کتاب ''الطاری الداری'' کے تیسرے حصے میں امام احمد رضا کے تقریباً ۲۰۰/ عربی و فارسی اشعار ملتے ہیں۔ اسی طرح مشہور عربی ''قصیدہ غوثیہ'' کی منظوم فارسی شرح لکھی جس میں اشعار کی مجموعی تعداد ۹۲/ رہے۔ ''آمال الابرار'' کے نام سے بھی ایک عربی قصیدہ لکھا۔ ''نظم معطر'' کے عنوان سے بھی ایک طویل کلام ''حدائق بخشش'' موجود ہے جو ۶۸/ رباعیوں پر مشتمل ہے، ان میں پہلی رباعی حمد باری تعالیٰ اور دوسری نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، بقیہ رباعیات حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں ہیں۔ اپنے ممدوح غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کی شان میں جہاں کئی مناقب اردو میں تحریر کیے، وہیں ''اکسیر اعظم'' [۱۳۰۲ھ] کے نام سے ایک طویل فارسی قصیدہ نظم کیا اور پھر اس کی فارسی شرح بھی ''مجیر معظم'' [۱۳۰۳ھ] کے نام سے کی۔ ان دونوں کا اردو ترجمہ استاذ گرامی علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ العالی نے ''تاب منظّم'' [۱۴۳۳ھ] کے نام سے کیا ہے جو المجمع الاسلامی، مبارک پور اور رضا اکیڈمی، ممبئی سے طبع ہو چکا ہے۔ یہ فارسی قصیدہ

حدائق بخشش، حصہ دوم میں شامل ہے۔ شروع میں موجود تشبیب کے تین اشعار ملاحظہ فرمائیں:

اے کہ صد جاں بستہ در ہر گوشہ داماں توئی
دامن افشانی و جاں بارد چرا بے جاں توئی
آں کدا میں سنگ دل عیارہ خوں خوارۂ
کز غمش با جان نازک در تپ ہجراں توئی
سروِ ناز خویشتن را بر کہ قمری کردۂ
عندلیب کیستی چوں خود گل خنداں توئی

اسی طرح فارسی زبان میں ''مثنوی ردِ امثالیہ'' بھی لکھی جو ۱۹۳/ اشعار پر مشتمل ہے۔ امام احمد رضا قادری کی اردو شاعری کا زیادہ تر کلام ''حدائق بخشش'' حصہ اول ودوم میں موجود ہے جو ہر خاص وعام کے مطالعے میں رہتا ہے، اس کی روشنی میں امام احمد رضا کی زبان دانی کو پرکھا جاسکتا ہے۔

احتیاط پسندی:

شعر گوئی میں امام احمد رضا ایک خاص اصول کی رعایت کرتے ہیں، یہ لحاظ وہ شرعی ضابطوں کی وجہ سے کرتے ہیں۔ بطور خاص ''نعت گوئی'' میں ان کا شعری سرمایہ حد درجہ محتاط روی کی غمازی کرتا ہے۔ ''الملفوظ'' میں خود ایک جگہ فرماتے ہیں:

''حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل کام ہے، جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے، جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض! حمد میں ایک جانب اصلاً کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔'' (۷)

مندرجہ ذیل اشعار اسی شرعی احتیاط کا اشارہ دیتے ہیں، اس کے باوجود ان کی شعریت متاثر نہیں ہوتی، لکھتے ہیں:

ممکن میں یہ قدرت کہاں، واجب میں عبدیت کہاں؟
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا، یہ بھی نہیں، وہ بھی نہیں

حق یہ ہے کہ عبد اللہ اور عالم امکاں کے شاہ
برزخ ہیں وہ سرِّ خدا ، یہ بھی نہیں ، وہ بھی نہیں

نثر ہو یا نظم امام احمد رضا نے ہر جگہ اسی احتیاط کا دامن تھامے رکھا ہے اور دوسروں کو بھی یہی تعلیم دی، بلکہ شعرا کے کلام کی اصلاح بھی اسی نہج پہ کی ہے اور انھیں صائب مشوروں سے بھی نوازا ہے۔ جیسا کہ مولانا کافی مرادآبادی اور مولانا حسن رضا خاں کے متعلق خود فرماتے ہیں:

''مولانا کافی [مرادآبادی] اور [مولانا] حسنؔ [رضا] میاں مرحوم کا کلام اول سے آخر تک شریعت کے دائرے میں ہے۔ حسن میاں کو میں نے نعت گوئی کے اصول بتا دیے تھے، ان کی طبیعت میں ان کا ایسا رنگ رچا کہ ہمیشہ کلام اسی معیار اعتدال پر صادر ہوتا، جہاں شبہہ ہوتا، مجھ سے دریافت کر لیتے۔''(۸)

ایک جگہ آپ یوں فرماتے ہیں:

محمد مظہر کامل ہے حق کی شان عزت کا
نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا
نہ ہو آقا کو سجدہ ، آدم و یوسف کو سجدہ ہو
مگر سدِّ ذرائع داب ہے اپنی شریعت کا
جو کہے شعر و پاس شرع دونوں کا حسن کیوں کر آئے
لا اسے پیشِ جلوہ زمزمۂ رضاؔ کہ یوں
لیکن رضاؔ نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

پروفیسر محمد اسحاق قریشی [گورنمنٹ کالج، فیصل آباد، پاکستان] اپنے مضمون ''فاضل بریلوی اور عربی شاعری'' میں لکھتے ہیں:

''مولانا کی شاعری کا مجموعی جائزہ یہ واضح کر دیتا ہے کہ ان کی نعت پر قرآنی ادب کا سایہ ہے۔ کہیں بھی جوش محبت بے راہ نہیں ہوتا اور کسی مقام پر بھی شعر جذبوں سے خالی ہو کر صرف عروضی کرشمہ سازی دکھائی نہیں دیتا۔ شعر حدود شریعت میں رہتے ہوئے بھی معطر خیالات کا امین

ہے، اسلام کا مقصود ہر آن راہ نما ہے، نہ کہیں شعری ضرورت راہ راست سے بہکاتی ہے اور نہ سر مستی بے قابو ہونے پر اکساتی ہے، جوش ولولہ، بے حساب عقیدت، کامل محبت اور ژلہ ربائی کا شوق فراواں اپنی بہار تو دکھاتا ہے مگر انگشت نمائی کا موقع فراہم نہیں کرتا۔ مولانا کی شاعری اسلامی نظریات کی حامل شاعری کا بہترین نمونہ ہے کہ جس میں شریعت اور شعریت گلو در گلو ہیں اور یہی آپ کی شاعری کا نقطہ کمال ہے۔''(۹)

امام احمد رضا کی زندگی میں کمال فروتنی اور کم مائیگی بھی مجلّا ہے جو ان کے مخلص بندہ خدا ہونے کا اشارہ دیتی ہے:

پیشہ میرا شاعری ، نہ دعویٰ مجھ کو
ہاں ! شرع کا البتہ ہے جنبہ مجھ کو
مولیٰ کی ثنا میں حکم مولیٰ کا خوف
لو زینہ میں سیر تو نہ بھایا مجھ کو

ان کی شاعری میں بھی اپنے ممدوح حقیقی سے طرز تخاطب میں اعلیٰ درجہ تواضع وانکسار نمایاں ہے اور اس کی شان میں معمولی درجہ بے ادبی و گستاخی نا قابل برداشت ہے۔ اسی مقام پہ آ کر امام احمد رضا انبیا و خاصان خدا کی شان میں بے ادبیاں اور گستاخیاں کرنے والوں کی جم کر تردید کرتے ہیں اور انھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہر چیز سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہیں:

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب، وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے ، جنت رسول اللہ کی
ترا کھائیں ، تیرے غلاموں سے الجھیں
ہیں منکر عجب کھانے ، غرانے والے

عشق رسول [صلی اللہ علیہ وسلم]:

امام احمد رضا قادری ایک ایسے مخلص عاشق رسول کا نام ہے کہ آج غلامان مصطفیٰ و عاشقان نبی اس عاشق صادق کے درِ عقیدت والفت پر سوالی بن کر کھڑے نظر آتے ہیں، والہانہ عشق

ومحبت کا سلیقہ اور درد و سوز کے کیف کا سوال کرتے ہیں۔ امام احمد رضا ایک قادر الکلام شاعر تھے ،عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تب وتاب نے ان کو وہ تابانیاں عطا کیں کہ آسمان سخن پر مہر درخشاں بن کر چمکے اور جذبہ صادق کی رعنائیوں نے ان کی جلوہ نما کرنوں کو سخن وری کی تمام گلی ،کوچوں کا سچا راہبر اور نشان منزل بنا دیا۔

امام احمد رضا قادری صرف ایک شاعر ہی نہ تھے بلکہ مقام نبوت کے رمز شناس اور عارف بھی تھے۔ انھوں نے آداب نبوت اور مقام رسالت کا خاص خیال رکھا، وارفتگی شوق میں بے خود ہوکر پاکیزہ خیالات کو صفحہ قرطاس پر اتار کر رکھ دیا، شرعی حدود میں رہ کر کوثر و تسنیم میں دھلی ہوئی زبان سے اس انداز میں شاعری کی کہ پوری دنیاے شعر وسخن ان کے کلام کو ''امام الکلام'' ماننے پر مجبور ہوئی۔

امام احمد رضا قادری کو ان کے اجداد، اساتذہ فن اور آقاؤں سے عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو حلاوت و لطافت عطا ہوئی، جو سوز و گداز ملا، محبت والفت کی تب وتاب اور والہانہ شیفتگی کی جو رعنائی ملی اس نے آپ کو امام عشق و محبت بنا دیا اور قلب وفکر میں موجزن وارفتگی نے امام احمد رضا کو قلبی واردات کے اظہار کے لیے شعر وسخن کا ذوق عنایت کیا اور ایک نعت گو شاعر کے روپ میں آپ کی ہمہ جہت شخصیت کا یہ بلند قامت پہلو بھی دنیائے ادب کے سامنے آیا۔ اس سلسلے میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ امام احمد رضا نے اپنے اشعار کے ذریعہ سخن کو بلند اقبال کیا، شاعری کو ایک مقام دیا، ادب وفن کو نئے کیف سے آشنائی بخشی اور شعر وادب کے نادر دبستاں کو صوری ومعنوی حسن عطا کر کے ہر دل عزیز بنا دیا۔

محترم نیاز فتح پوری رقم طراز ہیں:

''شعر وادب میرا خاص موضوع اور فن ہے، میں نے [امام احمد رضا] بریلوی کا نعتیہ کلام بالاستیعاب پڑھا ہے، ان کے کلام سے پہلا تأثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا کی بے پناہ وابستگی رسول عربی [صلی اللہ علیہ وسلم] کا ہے، ان کے کلام سے ان کے بیکراں علم کا اظہار کے ساتھ افکار کی بلندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے، مولانا کے بعض اشعار میں انفرادیت کا دعویٰ بھی ملتا ہے، جو ان کے کلام کی خصوصیت سے ناواقف حضرات کو شاعرانہ تعلّی معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا کے فرمودات بالکل برحق ہیں، مولانا حسرتؔ موہانی بھی مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری کے مداح تھے اور معترف بھی۔'' (۱۰)

امام احمد رضا قادری کو عشق کی یہ حلاوت ان کے شریعت پر عمل اور راہِ طریقت پہ ثبات قدمی کی بنا پر حاصل ہوئی ہے، انھوں نے قرآن اور صاحب قرآن سے اپنا قلبی رشتہ استوار رکھا اور سنن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے پر خود کو ڈھال رکھا تھا اور اپنا سب کچھ محبوب رب العالمین کے حضور نذر کر دیا تھا۔ اور قرآنی شہادت ''فاتبعونی یحببکم اللّٰہ.'' سے اکتساب فیض کر رہے تھے۔

ان کے سوانح نگار مولانا بدرالدین احمد قادری علیہ الرحمہ کے اس بیان سے بھی ہمارے نظریے کو قوت ملتی ہے:

''آپ [امام احمد رضا] عام اربابِ سخن کی طرح صبح سے شام تک اشعار کی تیاری میں مصروف نہیں رہتے تھے، بلکہ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تڑپاتی اور دردِ عشق آپ کو بیتاب کرتا تو از خود زبان پر نعتیہ اشعار جاری ہوتے اور پھر یہی اشعار آپ کے سوزش عشق کی تسکین کا سامان بن جاتے۔ چناں چہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جب سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تڑپاتی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بے قرار دل کو تسکین دیتا ہوں، ورنہ شعر وسخن میرا مذاق طبع نہیں۔'' (۱۱)

امام احمد رضا عشق رسول کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے اور ان کی پوری اسی محبت کے تقاضوں کی تکمیل میں گزری۔ بلکہ وہ ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہر چیز کا ادب بھی کرتے تھے اور لحاظ بھی۔ اور کسی دنیا دار کی مدحت سرائی میں کبھی رطب اللسان نہیں رہے، بلکہ ایک بار جواب میں یوں فرمایا:

کروں مدح اہل دُوَل رضا، پڑے اس بلا میں مری بلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا ، مرا دین پارۂ ناں نہیں

اسی عشق کا نتیجہ تھا کہ ان کا جسمانی وجود شہر بریلی میں رہتا اور وہ عالم بےخودی میں مدینہ کی گلیوں کا طواف کر رہے ہوتے:

ارے اے خدا کے بندو! کوئی میرے دل کو ڈھونڈو
ابھی پاس تھا مرے تو ، ابھی کیا ہوا خدایا
نہ کوئی گیا، نہ آیا
مجھے اے رضاؔ ترے دل کا پتہ چلا بہ مشکل
درِ روضہ کے مقابل وہ ہمیں نظر تو آیا
یہ نہ پوچھ کیسا پایا

اور پھر اللہ نے کرم فرمایا، جب دوسری بار حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے اور مدینہ جانا تو شوق دیدار میں روضہ رسول کے مواجہہ میں درود شریف کا ورد کرتے رہے اور یقین کیا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم بالمواجہہ زیارت سے مشرف فرمائیں گے۔ لیکن پہلی شب ایسا کچھ نہ ہوا تو ایک نعتیہ غزل لکھی، جس کا مطلع ہے:

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

دوسری شب یہی غزل عرض کر کے انتظار دیدار میں مودب بیٹھے تھے کہ قسمت جاگی اور چشم سر سے زیارت محبوب [صلی اللہ علیہ وسلم] کا شرف پایا۔ یہ واقعہ مولانا بدرالدین قادری نے سوانح اعلیٰ حضرت، ص: ۲۲۸ پر ذکر فرمایا ہے۔ امام احمد رضا کے یہ اشعار کس جذب وکیف کی نشان دہی کرتے ہیں، اہل ذوق محسوس کر سکتے ہیں:

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا، تیری گلی سے جائے کیوں
رخصت قافلہ کا شور غش سے ہمیں اٹھائے کیوں
سوتے ہیں ان کے سایہ میں کوئی ہمیں جگائے کیوں

جان ہے عشق مصطفیٰ ، روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ ، نازِ دوا اٹھائے کیوں

امام احمد رضا اپنی دعاؤں میں بھی اسے یاد رکھتے تھے، جیسا کہ اللہ عزوجل کے حضور یوں عرض گزار ہیں:

یاالٰہی! جب رضاؔ خواب گراں سے سر اٹھائے
دولت بیدار عشق مصطفیٰ کا ساتھ ہو

امام احمد رضا قادری کے دور میں اور ان سے قبل بھی بےشمار شعرا نے صنف نعت میں طبع آزمائی کی، اپنی تخیلات کے جوہر بکھیرے، محسنؔ کاکوری، امیرؔ مینائی، حالیؔ، اقبالؔ، ماہرؔ القادری، حفیظؔ جالندھری وغیرہ اور بہت سارے نعت گو شعرا نے نعتیہ شاعری میں اپنی اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا، اس کی ادبی وفنی جہتوں کو اجاگر کیا، لیکن رضاؔ بریلوی کے اشعار کو دیکھنے، باریک بینی سے اس کا مطالعہ کرنے کے بعد احساس ہوتا ہے کہ انھوں نے نہ صرف نعتیں لکھیں بلکہ نعت نگاری کی تاریخ رقم کی ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری [شعبہ اردو، کراچی یونیورسٹی، پاکستان] لکھتے ہیں:

''علمائے دین میں نعت نگاری کی حیثیت سے سب سے ممتاز نام مولانا احمد رضا خان رضا بریلوی کا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں ۱۸۵۶ء مطابق ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۱ء مطابق ۱۳۴۰ھ میں وفات پائی۔ اس لحاظ سے وہ مولانا حالی، مولانا شبلی، امیر مینائی اور اکبرالہ آبادی وغیرہ کے ہم عصروں میں تھے۔ ان کی شاعری کا محورِ خاص آں حضرت [صلی اللہ علیہ وسلم] کی زندگی وسیرت تھی۔ مولانا صاحبِ شریعت بھی تھے اور صاحبِ طریقت بھی، صرف نعت وسلام اور منقبت کہتے تھے اور بڑی دردمندی اور دل سوزی کے ساتھ کہتے تھے۔ سادہ وبےتکلف زبان اور برجستہ وشگفتہ بیان ان کے کلام کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ ان کے نعتیہ اشعار اور سلام سیرت کے

جلسوں میں عام طور پر پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔(۱۲)

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ادب کا متقاضی ہے، جہاں ادب نہ ہو عشق کا دعویٰ ایک جھوٹی صدا کے سوا کچھ نہیں، ایک عاشق صادق اپنے محبوب کا بھی ادب کرتا ہے اور اس کی ذات سے منسوب ہر شے قابل تکریم ہوتی ہے، امام احمد رضا ایک باادب محبّ رسول کا نام ہے جس کے مظاہر ان کی پوری زندگی میں نظر آتے ہیں۔ دونوں اسفار حج کا لمحہ لمحہ اسی ادب کے ارد گرد گھومتا ہے اور ان کی نعتیہ شاعری بھی انھیں آداب کا مرقع دکھائی دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مدینہ منورہ ان کی شاعری کا محور بنتا ہے اور روضہ رسول ان کا حقیقی نقطہ نظر، شہر رسول کی گلیاں، ان گلیوں میں رہنے والے کتے، ان گلیوں کے گرد وغبار، اور بھی بہت سے منسوبات ہیں جو امام احمد رضا کی نگاہ میں قابل عزت اور لائق احترام ہیں، جبھی تو فرماتے ہیں:

رضاؔ ! کسی سگ طیبہ کے پاؤں بھی چومے
تم اور آہ ، کہ اتنا دماغ لے کے چلے
مدینے کے خطے ، خدا تجھ کو رکھے
غریبوں ، فقیروں کو ٹھہرانے والے
حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا ؟
ارے ! سر کا موقع ہے او جانے والے!
طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند
سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے
ہاں ہاں رہِ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ
او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے

وسعت مطالعہ:

میں نے آغاز میں عرض کر دیا ہے کہ امام احمد رضا ایک کثیر المطالعہ اور قوی الحفظ انسان تھے، وہ کثرت سے مختلف موضوعات پر قدیم وجدید علما ومحققین کی کتابیں پڑھتے بھی تھے اور یاد بھی رکھتے تھے۔ ان کی یادداشت بہت اعلیٰ تھی، ان کے علمی استحضار کی مثال پیش کی جاتی ہے۔

انھوں نے مظاہر قدرت کا گہرا مشاہدہ کیا تھا اور حقائق کے مطالعے میں تو انھیں سند کا درجہ حاصل ہے۔ قرآنیات، اسلامیات، تاریخ، سائنس، عہد وار سیرت نبوی، سیرت صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین، اولیاے کاملین، اور اقطاب جہاں کے احوال وافکار میں انھیں دل چسپی بھی تھی اور ان کا گہرا شعور بھی تھا۔ جس کے مظاہر ان کے فتاویٰ، علمی وفنی تحقیقات، اور شاعری میں نظر آتے ہیں۔ دور کیوں جایئے، ان کا تحریر کردہ ''قصیدہ معراجیہ'' ملاحظہ کر لیجیے، یہ نکتہ سمجھ میں آ جائے گا۔ جہاں حقیقت کی جلوہ گری بھی ہے اور تخیل کی رنگا رنگی بھی، گہرے مطالعے کی چھاپ بھی ہے اور فکر عالی کی تب وتاب بھی۔ صرف چند اشعار دیکھیں:

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پہ جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے
یہ جوت پڑتی تھی ان کے رخ کی، کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی ، جگہ جگہ نصب آئنے تھے
خوشی کے بادل امنڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمۂ نعت کا سماں تھا حرم کو وجد آ رہے تھے
وہی ہے اول، وہی ہے آخر، وہی ہے باطن، وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے، اسی سے اس کی طرف گئے تھے

امام احمد رضا کی شاعری میں برجستگی، شگفتہ بیانی اور خوش سلیقگی کے نئے حقائق ملاحظہ کیجیے اور عش عش کر اٹھیے، انھوں نے اس مبارک صنف کو خوب صورت رنگ وآہنگ سے نوازا، اسلوب نگارش کے حیران کن جزئیات اور نادر نکات کو آشکار کیا اور عالم اسلام کے قوی المشاہدہ وکثیر المطالعہ عالم وشاعر بن کر نمودار ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی شاعرانہ عظمت اور مہارت فن کا اعتراف اردو ادب کے محققین نے کیا ہے، آپ نے شاعری کے اسرار ورموز سے اپنی شاعری کو جلا بخشی ہے۔

چند شعری نمونے اور ملاحظہ کر لیں:

راہ عرفاں سے جو ہم نادیدہ رو محرم نہیں

مصطفیٰ ہے مسند ارشاد پر کچھ غم نہیں
غنچے مَـا اَوْحٰی کے جو چٹکے دَنٰی کے باغ میں
بلبل سدرہ تک ان کی بو سے بھی محرم نہیں
ایسا امی کس لیے منت کش استاذ ہو
کیا کفایت اس کو اِقْـرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْـرَمُ نہیں

علوم وفنون کی کہکشاں:

یہ بات بالکل سچ ہے کہ امام احمد رضا قادری نے جس فن کو بھی ہاتھ لگایا ہے معراج کمال کو پہنچا دیا ہے۔تقریباً پچپن سے زائد علوم وفنون میں کمال وتبحر رکھنے والا یہ عالم دین جب شاعری کرتا ہے تو اپنے اشعار میں بھی علوم وفنون کی یہ کہکشاں سجا دیتا ہے، جہاں ادب مسکرا رہا ہوتا ہے اور فن عروج کا جوہر لٹا رہا ہوتا ہے۔گویا یہاں علم بھی ہے، معرفت بھی، آگہی بھی ہے شعور بھی، تحقیق بھی ہے تنقید بھی، تجزیہ بھی ہے، تحسین بھی، علمی جلال بھی ہے اور فکری جمال بھی، زبان وبیان کا طمطراق بھی ہے اور شوخی اظہار بھی۔

شاعری میں یہی امام احمد رضا کی انفرادیت ہے کہ ان کے شعری سرمایہ اپنے قاری کو علم وفن کے الگ جہانوں میں پہنچا دیتا ہے، جس کی وجہ سے امام احمد رضا قادری کی شاعری دنیائے شعر وادب میں اپنی الگ پہچان رکھتی ہے، اس میدان میں آپ کی پیش کردہ فکری وفنی تحقیقات قابل استفادہ بھی ہیں اور لائق تحسین بھی، تاریخ ادب وفن کا باب اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک امام احمد رضا کی اس میدان میں کی گئی کاوشوں کو زیر بحث نہ لایا جائے، متعصب اور تنگ نظر تاریخ نگار بھی بادلِ ناخواستہ اس امام کا تذکرہ فراموش نہیں کرسکتا۔یار لوگوں نے کوشش کی مگر ناکام رہے۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں اس حقیقت کو یوں بے نقاب کرتے ہیں:

"اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک عاشق رسول یعنی مولانا احمد رضا بریلوی کا ذکر بھی کر دیا جائے جس سے ہمارے ادبا نے ہمیشہ بے اعتنائی برتی ہے، حالاں کہ یہ غالباً واحد عالم دین ہیں

جنھوں نے نظم ونثر دونوں میں اردو کے بے شمار محاورات استعمال کیے ہیں اور اپنی علمیت سے اردو شاعری میں چار چاند لگا دیے ہیں۔"(۱۳)

امام احمد رضا نے اپنے اشعار میں علوم نقلیہ کے ساتھ علوم عقلیہ میں سائنس وفلسفہ، فلکیات، ارضیات، مائیات اور منطق وریاضی کے مسائل شامل کیے ہیں اور گمراہ کن نظریات کا رد بلیغ بھی کیا ہے۔بلا تبصرہ چند اشعار دیکھیں:

زبان فلسفی سے امن "خرق والتیام" اسرا
پناہِ دور رحمت ہائے یک ساعت تسلسل کا
ممکن میں یہ قدرت کہاں، واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
ایک سینے تک مشابہ، اک وہاں سے پاؤں تک
حسن سبطین ان کے جاموں میں ہے "نیما" نور کا
تیرے تو وصف عیب "تناہی" سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض "فروع" ہیں
"اصل الاصول" بندگی اس تاجور کی ہے
کعبہ بھی ہے انھیں کی تجلی کا ایک "ظل"
روشن انھیں کے عکس سے پتلی حجر کی ہے
"سعدین" کا قران ہے پہلوئے ماہ میں
جھرمٹ کیے ہیں تارے تجلی قمر کی ہے
غایت و علت، سبب، بہر جہاں تم ہو سب
تم سے بَنا، تم بِنا، تم پہ کروڑوں درود
سراغ اَین ومتیٰ کہاں، نشان کیف و اِلیٰ کہاں تھا

نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی ، نہ سنگ منزل نہ مرحلے تھے
محیط ومرکز میں فرق مشکل، رہے نہ فاصل خطوطِ واصل
کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے
کمان امکاں کے جھوٹے نقطو! تم اول وآخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو، کدھر سے آئے کدھر گئے تھے
ثنائے سرکار ہے وظیفہ ، قبولِ سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا ، روی تھی کیا ، کیسے قافیے تھے

ان اشعار کا مطالعہ بتاتا ہے کہ امام احمد رضا شاعری میں بھی مرتبہ امامت پہ فائز ہیں اور اعلیٰ فکر، عالی دماغ نعت گوشاعر ہیں۔

محاوروں کا استعمال:

امام احمد رضا قادری صرف ایک نعت گوشاعر نہیں، بلکہ عشق ومحبت کے آداب ومطالبات کے آئینہ دار بھی تھے، ان کے نعتیہ اشعار صرف قلبی جذبات کا اظہار یہ ہی نہیں ہیں بلکہ ہر ہر شعر کو کوثر وتسنیم میں دھل کر، وارفتگیِ شوق کی عطر بیز چھاؤں میں پروان چڑھا کر اردو ادب میں گراں قدر اضافہ کیا ہے، جس نے آپ کی سخن سنجی اور سخن گوئی کو ہر اعتبار سے نمایاں مقام عطا کیا اور عشق رسول کی تابانی نے انھیں فکر وفن کی بلندیوں پر پہنچا دیا، جس کے مطالعہ نے واقعی فکر وفن کو مہمیز دیا اور دلوں کی دنیا میں عجب فضا ہموار کر دی اور شعری ماحول کو خوش گوار عناصر سے سجا دیا۔ آپ کا نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' اردو ادب کا عظیم شاہ کار ہے، علمی وفنی اصطلاحات کا حسین گلدستہ ہے، ظاہری وباطنی حسن ودلکشی کا خوب صورت تاج محل اور قرآن واحادیث کی بے مثل ترجمانی کا منہ بولتا ثبوت اور نادر ونایاب پیرایۂ بیان اور لاجواب انداز تخاطب کا سرچشمہ ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں:

''یہ ان کا کمال فن ہے کہ ان کی نعتوں میں مختلف علمی وفنی اصطلاحات وحوالہ جات سطح پر تیرتے پھرتے نظر آتے ہیں۔'' (۱۴)

''حدائق بخشش'' شعر وسخن کا ایک بیش بہا خزانہ ہے، فنی وادبی آرائش وزیبائش کا انمول

موتی، معرفت شعری کا گنجینہ، عقائد واعمال کی درستی وعمدگی کا سرمایہ اور عشق ومحبت کی سبق آموزی کا مایہ ناز استاد ہے۔ ساتھ ہی اس میں محاروں کی ایک کہکشاں سجی ہوئی ہے اور ان کا مطالعہ کرنے والا ایک عجیب شعری وفکری سحر میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ امام احمد رضا کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' پر ایک غیر مسلم مدیر نے یوں اظہار خیال کیا ہے:

''مجھے رام چندر کی قسم کہ گزشتہ دنوں مدرسہ دیو بند میں میں نے دیوبندی حضرات کے مخالف فریق کے رہنما مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی نعتیہ شاعری پر ''حدائق بخشش'' نامی کتاب دیکھی تو حیران وششدر رہ گیا کہ یہ دیوبندی حضرات مولانا امام احمد رضا خاں کو کافر کہتے ہیں اور اسے گالیاں دیتے ہیں، مگر اس کے برعکس مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کا ایک ایک شعر علم وادب کا مرقع ہے اور حدائق بخشش ایک گنجینۂ حق ہے کہ جسے اہل ادب اگر اپنا اثاثۂ حیات سمجھیں تو بجا ہے۔'' (۱۵)

محاورہ کسی بھی زبان کی جان ہوتا ہے، جس کے بغیر اس زبان کی تفہیم ممکن ہی نہیں، اور امام احمد رضا قادری تو عربی، فارسی، اردو ہندی چار اہم زبانوں کے محاورات، تشبیہات، کنایات، مجازات اور ضرب الامثال سے نہ صرف کماحقہ واقف تھے بلکہ انھی برجستہ اپنی نثری وشعری تحریروں میں استعمال بھی کرتے تھے۔ اور کہیں یکجا ان کا نمونہ دیکھنا ہو تو ان کی مشہور زمانہ نعت ''**لم یات نظیرک فی نظر**، مثل تو نہ شد پیدا جانا'' کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

محاورہ کسی بھی زبان میں ایک اہم وسیلہ اظہار ہے، ہم اس کے ذریعہ اپنی بات کو پر اثر اور حسین بنا سکتے ہیں اور پھر نثری تحریر ہو یا نظم اس میں ادبی جمالیات در آتے ہیں۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ اس کا استعمال انتہائی مہارت چاہتا ہے ورنہ قاری کو گراں بھی گزرے گا اور تحریر کی سلاست کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ گویا محاورہ اہم ضرور ہے لیکن اس کا استعمال نازک بھی ہے۔ امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے اپنی شاعری میں جا بجا علمی وادبی محاوروں کا استعمال کیا ہے اور اس نازک راہ سے سلامت روی کے ساتھ گزر بھی گئے ہیں کہ نہ شعر کی بُنَت متاثر ہوئی ہے نہ اس کی

روانی میں کوئی حرف آیا ہے۔ ثبوت کے لیے امام احمد رضا کے شعری مجموعہ ''حدائق بخشش'' کا مطالعہ کافی ہوگا۔''واہ کیا جود وکرم ہے شہ بطحا تیرا''، ''واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا''، ''صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا'' اور ''وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں'' جیسے مشہور زمانہ نعتیہ و منقبتی کلام میں انھیں تلاش کیا جاسکتا ہے۔ یہ مقالہ ان کی تفصیل کا متحمل نہیں۔ اس موضوع پر ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی نے ایک مستقل رسالہ قلم بند کیا تھا جو نوری مشن مالیگاؤں سے چھپ چکا ہے۔

منظوم فتویٰ نویسی:

امام احمد رضا قادری قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار علوم وفنون کا بحر ذخار بنایا تھا، لیکن انھیں زیادہ رغبت علم ''فقہ'' سے تھی۔ علم فقہ میں آپ کی مہارت وحذاقت کی بہترین مثال ''فتاویٰ رضویہ'' ہے جو بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اور امام احمد رضا کی شہرت ومقبولیت کا سب سے بڑا نشان امتیاز بھی یہی فتاویٰ ہیں۔ لیکن یہ فتاویٰ جہاں ان کی علم فقہ میں مہارت کو نمایاں کرتے ہیں وہیں ان کے ایک قادر الکلام شاعر ہونے کا اشارہ بھی دیتے ہیں جسے ان فتاویٰ میں تلاش کیا جاسکتا ہے جو منظوم شکل میں ہیں۔ یہ ان کا کمال فن ہے کہ سائل نے جس انداز وہیئت میں ان سے سوال پوچھا ہے اسی طرز کا جواب بھی دیا گیا ہے، نثری استفتا کا جواب نثر میں اور منظوم کا نظم میں، عربی کا عربی میں، اردو کا اردو اور فارسی کا فارسی میں۔ جیسا کہ ان نمونوں سے سمجھا جاسکتا ہے۔ چناں چہ نواب سلطان احمد خاں بریلوی نے اردو نظم میں مسئلہ پوچھا تو آپ نے اسی بحر و وزن میں انھیں یوں جواب دیا:

ترجمہ بھی اصل سا ہے وجہ سجدہ بالیقیں
فرق یہ ہے فہم معنی اس میں شرط، اُس میں نہیں
آیت سجدہ سنی، جانا کہ ہے سجدہ کی جا
اب زباں سمجھے، نہ سمجھے سجدہ واجب ہوگیا
ترجمہ میں اس زباں کا جاننا بھی چاہیے
نظم ومعنی دو ہیں، ان میں ایک تو باقی رہے
تاکہ من وجہ یہ صادق ہو، سنا قرآن کو

ورنہ اک موج ہوا تھی، چھو گئی جو کان کو
ہے یہی مذہب، بہ یُفتٰی، علیہ الاعتماد
شامی از فیض ونہر واللّٰہ اعلم بالرشاد

نظم فارسی میں استفتا ہوا تو جواب بھی منظوم فارسی زبان میں دیا گیا، لکھتے ہیں:

مسلماں را سزا لازم کہ کرد ست
کہ قول اعتزالی ظالم است
وگر یابد سزا کامل نیابد
کہ عفوش بہر مومن لازم است

بطور نمونہ فارسی اور اردو کے دو فتووں کے چند اشعار پیش کیے گئے ہیں، اس سے امام احمد رضا کے شعر گوئی میں اعلیٰ مہارت کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ جواب استفتا میں سائل کی نفسیات سے کس قدر آگاہ تھے اور اس کی طرز گفتگو کا کس طرح خیال رکھتے تھے، بلکہ فتاویٰ رضویہ میں ایک فتویٰ انگریزی زبان میں ہے جس کے سائل نے انگریزی میں استفتا کیا تھا۔

صنعتوں کا استعمال:

پروفیسر غفور شاہ قاسم [میاں والی] رقم طراز ہیں:

''تین جلدوں پر مشتمل اعلیٰ حضرت کا نعتیہ مجموعہ کلام ''حدائق بخشش'' نہ صرف فکری اور موضوعاتی سطح پر خاصے کی چیز ہے بلکہ فنی حوالے سے بھی اس کا کوئی جواب نہیں، خیالات کی گہرائی اور گیرائی، وسعت اور پھیلاؤ، زبان کی روانی اور سلاست، تشبیہات واستعارات، لفظی و معنوی صنائع وبدائع ہر حوالے سے حدائق بخشش فن کا معجزہ اور سرچشمۂ فیض ہے۔ ان کا یہ مجموعۂ کلام اردو کے علاوہ فارسی اور ہندی زبان پر بھی ان کے کامل عبور اور دسترس کی ناقابل تردید مثال ہے، مولانا کی پرواز تخیل، رفعت فکر اور قدرت کلام ان کی لکھی نعت کے ہر شعر سے عیاں ہے۔''(۱۶)

آپ نے اپنے اشعار میں صنعات کا بھی برمحل استعمال کیا، پیکر تراشی میں تو بہت آگے نکل گئے، ''قصیدۂ نور'' اور ''قصیدۂ سلامیہ'' جس کا واضح ثبوت ہیں۔ امام احمد رضا قادری نے

''قصیدہ نور'' میں کثرت سے قافیوں کا استعمال کیا ہے، اور حسن مطلع کے استعمال میں ایک ایسا ریکارڈ قائم کیا ہے جس تک اردو کا کوئی شاعر نہیں پہنچ سکا۔ قصیدہ نور کا مطلع ہے:

صبح طیبہ میں ہوئی ، بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

اور حسن مطلع یہ شعر ہے:

باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

یہ حسن مطلع ایک کامیاب شعری تسلسل کے ساتھ اس شعر پہ ختم ہوتا ہے:

یہ جو مہر و مہ پہ اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

گویا چھیالیس [۴۶] اشعار حسن مطلع کے امام احمد رضا قادری نے قلم بند فرمائے ہیں۔

صنائع ، بدائع شاعری کے ماتھے کا جھومر ہیں، جن کے استعمال سے شعر میں جان پڑ جاتی ہے اور اس کا ظاہری ومعنوی حسن نکھر جاتا ہے۔ تشبیہات، استعارات اور تلمیحات کی دنیا ہی الگ ہے جہاں رنگارنگ فکری وفنی، ادبی ولسانی جلوہ طرازیاں ہیں اور جمال وکمال کی سحر کاریاں بھی۔ امام احمد رضا قادری نے خوب صورت صنعتوں کا استعمال کر کے اپنی شاعری کو مستند کیا ہے۔

ڈاکٹر جوہر میاں شفیع آبادی رقم طراز ہیں:

''اساتذۂ قدیم کے کلام میں صنائع بدائع کا استعمال ضروری سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ ان کے یہاں بکثرت اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ حضرت بریلوی نے بھی اپنے کلام میں ان صنائع بدائع کو کافی جگہ دی ہے۔ ایک تو روایت کی پاسداری مقصود تھی، دوسرے کہ ان صنعتوں کے استعمال سے کلام کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے، تیسرے یہ کہ اس سے اس امر کا بھی ثبوت فراہم ہو جاتا ہے کہ شاعر کو زبان وبیان پر غیر معمولی قدرت حاصل ہے۔ حضرت رضا بریلوی کا کمال فن یہ ہے کہ ان صنعتوں کے استعمال میں انھوں نے کہیں تکلف سے کام نہیں لیا اور ہر جگہ اعتدال وتوازن کا لحاظ رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صنائع کے استعمال کے باوجود ان کے یہاں شعری حسن مجروح نہیں ہوا

ہے بلکہ ان کی فنی آب وتاب دوآتشہ ہوگئی ہے۔'' (۱۷)

تشبیہ، رعایت لفظی:

شاخ قامت شہ میں زلف وچشم ورخسار ولب ہیں
سنبل نرگس گل پنکھڑیاں قدرت کی کیا پھولی شاخ

تشبیہ، استعارہ، رعایت لفظی:

نہ رکھی گل کے جوشِ حسن نے گلشن میں جا باقی
چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغ رسالت کا

امام احمد رضا قادری کی شاعری میں صنعتِ اقتباس، صنعتِ تضاد، صنعتِ لف ونشر، صنعتِ مراعات النظیر، صنعتِ ترصیع، صنعتِ مقابلہ، صنعتِ سیاق الاعداد وغیرہ ایسی کئی صنعتیں ہیں جن کے استعمال سے شعر میں عجب شان پیدا ہوگئی ہے۔ ایسی فنی جلوہ گری کی مثالیں اردو شعر و ادب میں کم یاب ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

صنعت اقتباس:

اتنی رحمت رضاؔ پہ کر لو
لا یقربہ البوار آقا

صنعت تضاد:

دشمنوں کی آنکھ میں بھی پھول تم
دوستوں کی بھی نظر میں خار ہم

لف ونشر مرتب:

مرنے والوں کو یہاں ملتی ہے عمرِ جاوداں
زندہ چھوڑے گی کسی کو نہ مسیحائی دوست

مراعاۃ النظیر:

اُحد پاک کی چوٹی سے الجھ لے شب بھر
صبح ہونے دو شبِ عید نے ہارے گیسو

صنعت ترصیع:

اغنیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا
اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا

صنعت مقابلہ:

خوار و بیمار و خطا وار و گنہگار ہوں میں
رافع و نافع و شافع لقب آقا تیرا

صنعت سیاق الاعداد:

ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں
پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں

صنعت اشتقاق:

شر، خیر، شور، سور، شرر، دور، نار، نور
بشریٰ کہ بارگاہ یہ خیر البشر کی ہے

آپ کے یہاں نہ صرف فنی بلکہ موضوعاتی سطح پر بھی تنوع پایا جاتا ہے۔تاریخ شعر وادب میں تنقیدی کسوٹی پر پرکھا جائے تو امام احمد رضا قادری ایک بلند وبرتر مقام پہ فائز نظر آئیں گے ۔اس ضمن میں مولانا شمس بریلوی کا اقتباس پیشِ خدمت ہے:

’’مجھے صرف یہ بتانا مقصود تھا کہ حضرت رضا کے کلام کو اگر آپ اس نقطۂ نظر یعنی فصاحت وبلاغت کے اعتبار سے بھی دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ علمِ معانی وبیان، صرف ونحو حضرت رضا کے بحرِ علم کے چند قطرے ہیں۔‘‘(۱۸)

شعری اصناف میں نعت گوئی:

آپ نے کئی زبان میں اشعار قلم بند کیے لیکن آپ کے اردو کلام سے بھی صحیح معنوں میں وہی لطف اندوز ہوسکتا ہے جسے عربی، فارسی پر عبور ہو اور اس کی اچھی سوجھ بوجھ رکھتا ہو، ایک دو فن ہی نہیں بلکہ بے شمار دقیق سے دقیق فنون وعلوم کو اپنی شاعری میں جگہ دی اور ان کے ذریعہ نعت نگاری کو برتا، سیرت نگاری کی، مدح سرائی کی، نعتیہ ادب میں ’’حدائق بخشش‘‘ کو جو مقام

حاصل ہے وہ کسی پر مخفی نہیں، جس نے آپ کا مرتبہ ومقام ہر نعت گو شاعر سے بلند تر کر دیا۔

داکٹر لطیف حسین ادیب اپنی کتاب ’’تذکرہ نعت گویان بریلی‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’آپ بلند پایہ نعت گو تھے، تمام عمر صرف نعت لکھی، شعر کی ہر قسم میں نعت لکھی، طبیعت میں خاصۂ جدت تھی، جس کو ان کے علم و فضل سے سہارا ملا، بلاغت کلام کے علاوہ نئی زمینوں میں اشعار لکھے، طبیعت کی موزونی نے کلام کو شعریت وتاثیر بخشی۔‘‘(۱۱۹)

چوں کہ نعت کی کوئی مستقل شعری ہیئت متعین نہیں ہے، بلکہ حقیقت تو یہ کہ نعت گوئی کے لیے نظم ضروری ہی نہیں، نثر میں بھی یہ مقدس کام کیا جا سکتا ہے، بلکہ لاجواب نثری نعتیں تاریخ ادب کا حصہ ہیں۔یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا نے نعت گوئی میں مختلف شعری اصناف کو برتا ہے اور غزل، قصیدہ، مثنوی، رباعی، مستزاد، قطعہ وغیرہ صنفوں اور ہیئتوں میں ان کا نعتیہ کلام ملتا ہے۔

صنف غزل میں نعت:

یاد میں جس کی نہیں ہوش تن وجاں ہم کو
پھر دکھا دے وہ رخِ اے مہر فروزاں ہم کو
دیر سے آپ میں آنا نہیں ملتا ہے ہمیں
کیا ہی خود رفتہ کیا جلوۂ جاناں ہم کو
جس تبسم نے گلستاں پہ گرائی بجلی
پھر دکھا دے وہ ادائے گل خنداں ہم کو

صنف قصیدہ میں نعت:

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا

بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارا نور کا

صنف مثنوی میں نعت:

گریۂ کن بلبلا از رنج وغم
چاک کن اے گل گریباں از الم
سنبلا از سینہ بر کش آہِ سرد
اے قمر از فرط غم شو روئے زرد
ہاں صنوبر خیز و فریادے بکن
طوطیا جز نالہ ترک ہر سخن

صنف رباعی میں نعت:

اللہ کی سر تا بہ قدم شان ہیں یہ
اِن سا نہیں انسان ، وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

ایک اور رباعی ملاحظہ فرمائیں جو ایک مشہور مثل سے سجی ہوئی ہے:

ہر جا ہے بلندی فلک کا مذکور
شاید ابھی دیکھے نہیں طیبہ کے قصور
انسان کو انصاف کا بھی پاس نہیں
گو دور کے ڈھول ہیں سہانے مشہور

صنف مستزاد میں نعت:

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتاتا
تجھے حمد ہے خدایا
تمھیں حاکم برایا ، تمھیں قاسم عطایا

تمھیں دافع بلایا، تمھیں شافع خطایا
کوئی تم سا کون آیا
کبھی خندہ زیر لب ہے، کبھی گریہ ساری شب ہے
کبھی غم، کبھی طرب ہے، نہ سبب سمجھ میں آیا
نہ اسی نے کچھ بتایا

صنف قطعہ میں نعت:

عالم ہمہ صورت اگر جاناں ہے تو، تو ہے
سب ذرے ہیں گر مہر درخشاں ہے تو، تو ہے
پروانہ کوئی شمع کا ، بلبل کوئی گل کا
اللہ ہے شاہد ، مرا جاناں ہے تو ، تو ہے
طالب میں ترا ، غیر سے ہرگز نہیں کچھ کام
گر دیں ہے تو، تو ہے، ایماں ہے تو، تو ہے

اچھوتی ردیفیں:

امام احمد رضا نے اپنی شاعری میں مختلف کامیاب شعری لوازمات کو سمونے کی کوشش فرمائی ہے۔لفظوں کا انتخاب، تراکیب کی ندرت، خیال بندی، شوخی ادا، طرز جدید، سب کچھ بالکل انوکھا اور اجتہادی نظر آتا ہے۔طویل کلاموں میں عمدہ اور معنی خیز قوافی کی ایک کہکشاں چمک رہی ہے۔ان کے مشہور زمانہ سلام ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام''معروف عالم مناجات ''یا الٰہی! ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو''اور ممتاز عربی و فارسی قصائد میں یہ حقیقت پوری طرح جلوہ گر ہے۔قوافی کے حسن انتخاب کے ساتھ انھوں نے مشکل اور اچھوتی ردیفوں کو بھی استعمال کیا ہے اور اپنی قادرالکلامی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔چند نمونے ملاحظہ فرمائیں:

پھر کے گلی گلی تباہ، ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا، تیری گلی سے جائے کیوں
طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ

مانگوں نعت نبی لکھنے کو روح قدس سے ایسی شاخ

ہے کلام الٰہی میں شمس و ضحیٰ، ترے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

پوچھتے کیا ہو عرش پہ یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمھاری ، واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ پرہیزگاری ، واہ واہ

پھر اٹھا ولولۂ یادِ مغیلان عرب
پھر کھنچا دامن دل سوئے بیابان عرب

جو بنوں پر ہے بہار چمن آرائی دوست
خلد کا نام نہ لے بلبل شیدائی دوست

نارِ دوزخ کو چمن کر دے بہارِ عارض
ظلمت حشر کو دن کر دے نہار عارض

تمھارے ذرے کے پرتو ستارہائے فلک
تمھارے نعل کی ناقص مثل ضیائے فلک

کیا ٹھیک ہو رخِ نبوی پر مثال گل
پامال جلوۂ کف پا ہے جمال گل

سرتا بہ قدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول ، دہن پھول ، ذقن پھول ، بدن پھول

عارض شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں

عشق مولیٰ میں خوں بار کنار دامن
یا خدا جلد کہیں آئے بہار دامن

رونق بزم جہاں ہیں عاشقان سوختہ
کہہ رہی ہے شمع کی گویا زبان سوختہ

حقیقت آمیز تخیل:

شعر کلام موزوں متخیل ہی کو کہتے ہیں ، بلند خیال نہ ہو شعر تک بندی لگتا ہے ، اسی طرح مضمون آفرینی بھی ہے ۔ جس شاعر کا تخیل جس قدر بلند ہوتا وہ اتنا ہی بڑا شاعر مانا جاتا ہے ، غالب و اقبال، میر و درد کا نام کیوں ہے؟ انھوں نے اپنی غزلیہ شاعری میں اعلیٰ فکر پیش کی اور ان کی خیال آوری کا کوئی جواب نہ ملا۔ امام احمد رضا قادری بھی خیال بندی اور مقدس فکر کی پیش کش میں بلند مقام رکھتے ہیں، انھوں نے ’’نعت‘‘ کی پرخطر راہ چلتے ہوئے بھی بہت اونچا خیال پیش کیا جو ان کی ندرت بیان کی مثال بن گیا۔ امام احمد رضا کی خیال بندی اور مضمون آفرینی سے متعلق جناب نظیر لدھیانوی لکھتے ہیں:

’’غزل گو شاعر ہو یا نعت گو، اس کا تخیل عموماً مضامین کے محدود دائرے میں گھومتا ہے، وہ بہ تبدیلی الفاظ ایک ہی مضمون کو بار بار بیان کرتا ہے۔ نعت گو شعرا میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان کے اشعار میں ندرت ہے، چوں کہ انھوں نے نعت گوئی بقول خود قرآن مجید سے سیکھی ہے اس لیے انھوں نے حضور [صلی اللہ علیہ وسلم] کی صفات کو قرآن کریم کی روشنی میں نئے نئے انداز سے پیش کیا ہے۔ عام طور سے مضمون آفرینی شعرا کے شعر کو مشکل بنا دیتی ہے، کبھی وہ مضمون کی تلاش میں اتنا اونچا اڑتے ہیں کہ نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں، یعنی کلام مہمل ہو کر رہ جاتا ہے، مگر مولانا کے کلام میں یہ نقص کہیں نہیں پیدا ہوا ہے۔ انھوں نے نہایت نازک مضامین عام فہم انداز میں بیان کیے ہیں۔‘‘ (۲۰)

امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری حقیقت آمیز تخیل کی واضح مثال ہے۔ یہاں نہ سچائی کا قتل عام ہوا، نہ الفاظ کا تقدس پامال دکھائی دیتا ہے، جو کچھ ہے نکھرا نکھرا، ستھرا ستھرا ہے۔ ہر شعر شریعت کی حد میں ہے، اور کمال یہ کہ نہ اس کی شعریت میں کوئی فرق واقع ہوا ہے، نہ سلاست و روانی اور بحر کی ترنم ریزی میں کچھ خلل ہے۔ یقین نہ آئے تو یہ نمونے ملاحظہ کرلیں:

لحد میں عشق رخِ شہ کا داغ لے کے چلے

اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے
تمھارے وصف جمال وکمال میں جبریل
محال ہے کہ مجال ومساغ لے کے چلے
وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں
ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں
پانچ جاتے ہی چار پھرتے ہیں
انبیا کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات
مثل سابق وہی جسمانی ہے

آپ کی علمی وادبی تحقیقات پر ریسرچ کا سلسلہ جاری ہے، کلام رضا پر مختلف انداز میں تشریح وتفہیم کا کام بھی انجام دیا جا رہا ہے، مشہور ادیب، محقق ومترجم علامہ شمس بریلوی [م: ۱۹۹۷ء]، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی [۲۰۱۱ء]، مولانا فیض احمد اویسی [۲۰۱۰ء]، صوفی اول رضوی، مفتی محمد خان قادری، مولانا وارث جمال قادری، مولانا عبدالستار ہمدانی وغیرہم نے مقالات ومستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔ مولانا فیض احمد اویسی نے حدائق بخشش کی مکمل شرح پچیس [۲۵] جلدوں میں فرمائی ہے۔ بالکل سچی بات شارح کلام رضا احسن العلماء حضرت مولانا سید مصطفیٰ حیدر حسن مارہروی علیہ الرحمہ نے کہی ہے:

''محدث بریلوی کے ایک ایک شعر پر ڈاکٹریٹ کیا جا سکتا ہے۔'' (۲۱)

حقیقت تو یہ کہ امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کی نعت گوئی سے نعتیہ شاعری کے ایک دبستاں کی تشکیل ہوئی اور اس کے بعد شعرا کی ایک جماعت انھی کے نقوش فکر کو اپناتے ہوئے آج تک نعتیہ ادب کے فروغ میں گراں قدر خدمت انجام دے رہی ہے۔

شعر وفن کے فروغ میں آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اردو نعت کے ایک محقق

محترم ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں:

''اردو نعت کی ترویج واشاعت میں ان کا حصہ سب سے زیادہ ہے، کسی ایک شاعر نے اردو نعت پر وہ اثرات نہیں ڈالے جو مولانا احمد رضا خاں کی نعت گوئی نے، انھوں نے نہ صرف یہ کہ اعلیٰ معیاری نعتیں تخلیق کیں، بلکہ ان کے زیر اثر نعت کے ایک منفرد دبستاں کی تشکیل ہوئی۔'' (۲۲)

مصادر ومراجع:

(۱) مولانا عبدالستار ہمدانی، فن شاعری اور حسان الہند، تقریظ، کراچی، ۲۰۰۴ء، ص: ۳۵

(۲) مولانا عبدالستار ہمدانی، عرفانِ رضا، تقریظِ جلیل، رضا دار المطالعہ سیتا مڑھی، ص: ۱۳

(۳) پروفیسر مسعود احمد، امام اہل سنت، المجمع الاسلامی، مبارک پور، ۱۹۹۳ء، ص: ۳۸

(۴) ڈاکٹر مسعود احمد، حیات امام اہل سنت، مرکزی مجلس رضا، لاہور، ۱۹۸۴ء، ص: ۳۹

(۵) زبیر قادری، سہ ماہی افکار رضا، ممبئی، اکتوبر تا دسمبر، ۲۰۰۵ء، ص: ۷۶

(۶) المیزان، بمبئی، امام احمد رضا نمبر، ۱۹۷۶ء، ص: ۴۳۳، ۴۳۴

(۷) مولانا مصطفیٰ رضا نوری، الملفوظ، حصہ دوم، ص: ۴۰، ج: ۲

(۸) مولانا محمد مصطفیٰ رضا نوری، الملفوظ، حصہ دوم، ص: ۱۷۵، ج: ۲

(۹) سال نامہ اہل سنت کی آواز، مارہرہ شریف، اکتوبر ۲۰۱۸ء، ص: ۳۰۵، ۳۰۶

(۱۰) پروفیسر محمد مسعود احمد، کراچی، عاشق رسول، کراچی/ مالیگاؤں ص: ۹

(۱۱) مولانا بدرالدین رضوی، سوانح اعلیٰ حضرت، ص: ۲۶۰

(۱۲) ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اردو کی نعتیہ شاعری، طبع آئینہ ادب، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص: ۸۶

(۱۳) راجا رشید محمود، اقبال واحمد رضا، اعجاز بک ڈپو، کولکاتا، ۱۹۸۲ء، ص: ۲۳

(۱۴) معارف رضا کراچی، شمارہ ۱۶، ۱۹۹۴ء، ص ۱۱۴/ تاریخ مشائخ قادریہ، ص: ۳۸۵، ج: ۲

(۱۵) سہ ماہی افکار رضا، ممبئی، [امام احمد رضا: غیر مسلموں کی نظر میں] ستمبر ۱۹۹۹ء، ص: ۱۹

(۱۶) سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، اعلیٰ حضرت نمبر، شمارہ: ۱۸، کراچی، ۲۰۰۵ء، ص: ۲۶۱

(۱۷) ڈاکٹر جوہر میاں شفیع آبادی، حضرت رضا بریلوی بحیثیت شاعرِ نعت، ص: ۱۰۴، ۱۰۵

(۱۸) مولانا شمس بریلوی، کلام امام احمد رضا: تحقیقی اور ادبی جائزہ، ص: ۱۹۸

(۱۹) ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب، تذکرہ نعت گویان بریلی، طبع بریلی، ۱۹۸۶ء، ص: ۶۳

(۲۰) ڈاکٹر سراج احمد قادری، امام احمد رضا خان کی نعتیہ شاعری، لاہور، نومبر ۲۰۰۰ء، ص: ۱۸۴

(۲۱) پروفیسر مسعود احمد، محدث بریلوی، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، ص: ۸۵

(۲۲) سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، اعلیٰ حضرت نمبر، شمارہ: ۱۸، کراچی، ۲۰۰۵ء، ص: ۴۳

●●

توفیق احسنؔ برکاتی کی مطبوعہ کتابیں

(۱)- خانوادۂ رضویہ کی شعری وادبی خدمات (مطبوعہ: رضا اکیڈمی، ممبئی، ۲۰۰۷ء)

(۲)- درود وسلام کی شرعی حیثیت وفضیلت (مطبوعہ: ممبئی، ۲۰۰۷ء)

(۳)- سخن کی معراج، [نعتیہ مجموعہ] (مطبوعہ: ممبئی، ۲۰۰۸ء)

(۴)- فکر رضا کے جلوے (رضا اسلامک فاؤنڈیشن، نئی ممبئی، ۲۰۰۹ء/ کتاب محل، لاہور ۲۰۱۶ء)

(۵)- امام احمد رضا اور مدینہ منورہ (مطبوعہ: مکتبۂ طیبہ، ممبئی، ۲۰۰۹ء)

(۶)- ماں کے آنچل پہ شبنم ٹپکتی رہی (مطبوعہ: نئی ممبئی، ۲۰۱۰ء/ کراچی، ۲۰۱۴ء)

(۷)- خطبات سید العلماء [ترتیب] (بزم برکات آل مصطفیٰ، ممبئی، ۲۰۱۳ء)

(۸)- تہتر میں ایک کون؟ [ترتیب] (مطبوعہ: مکتبہ طیبہ، ممبئی)

(۹)- جرائم کا سدباب اور اسلام (مطبوعہ: مکتبہ طیبہ، ممبئی، ۲۰۱۳ء)

(۱۰)- تربیتِ اولاد میں ماں کا کردار [ترتیب]

(مطبوعہ: انجمن ضیاء طیبہ، کراچی، ۲۰۱۴ء/ ادارہ دوستی، مالیگاؤں، ۲۰۱۴ء)

(۱۱)- وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا (رضا اسلامک فاؤنڈیشن، نئی ممبئی، ۲۰۱۴ء)

(۱۲)- امام اعظم کے وصایا: ایک تجزیاتی مطالعہ (نوری مشن، مالیگاؤں، ۲۰۱۴ء)

(۱۳)- فکر انگیز تحریریں [ترتیب] (ادارہ معارف اسلامی، ممبئی ۲۰۱۴ء)

(۱۴)- منشیات کا زہر اور تڑپتی لاشیں (اردو، انگلش، ہندی)

(سنی پبلی کیشنز، دہلی، ۲۰۱۵ء/ ادارہ معارف اسلامی، ممبئی، نومبر ۲۰۱۶ء)

(۱۵)- ممبئی عظمیٰ کی مختصر تاریخ (ادارہ معارف اسلامی، ممبئی، دسمبر ۲۰۱۵ء)

(۱۶)- سید العلماء: شخص وعکس (رضا اسلامک فاؤنڈیشن، نئی ممبئی، اگست ۲۰۱۶ء)

(۱۷)- علامہ قمر الزماں اعظمی: احوال وافکار (ادارہ معارف اسلامی، ممبئی، نومبر ۲۰۱۶ء)

(۱۸)- سید نظمی مارہروی: شخصیت اور فن (مکتبہ امام اعظم، دہلی، اگست ۲۰۱۶ء)

(۱۹)- تاجدار، بمبئی کا ''قرآن نمبر'' [تدوین] (ادارہ معارف اسلامی، ممبئی، اپریل ۲۰۱۷ء)

(۲۰)- ثنائے سرکار ہے وظیفہ [دوسرا نعتیہ مجموعہ] (رضا اسلامک فاؤنڈیشن، نئی ممبئی، ۲۰۱۷ء)

(۲۱)- خانوادۂ رضا کی علمی وادبی جہتیں (رضا اسلامک ریسرچ سینٹر، سمندری شریف، ۲۰۱۹ء)

انٹرنیٹ ایڈیشن:

(۱)- سید احمد کبیر رفاعی اور تعلیماتِ تصوف (ایک علمی جائزہ)

(۲)- امام احمد رضا اور شعر وسخن (ایک تجزیاتی مطالعہ)

(۳)- بیسویں صدی کا عظیم مصنف (امام احمد رضا قادری پر پانچ مضامین کا مجموعہ)

غیر مطبوعہ کتابیں:

(۱)- مضامین احسنؔ (مجموعۂ مضامین)

(۲)- شرح سراجی (علم فرائض)

(۳)- سبع معلقات کا ترجمہ (اردو ادب)

(۴)- مقامات حریری کا ترجمہ (اردو ادب)

(۵)- احسنؔ اداریے (اداریوں کا مجموعہ)

(۶)- کتابوں کے شہر میں-1 (تبصروں کا مجموعہ)

(۷)- میری کتابیں (احسنؔ کی کتابوں پر لکھے گئے اہل علم کے تبصرے وتقاریظ)

(۸)- چھٹی صدی ہجری کے فقہائے احناف (تحقیقی مقالہ)

●●